© rasailojaraid.com

تعارف وتبصرہ

السُعف فی لغۃِ واعرابِ سُورۃِ یوسف

مولف: ڈاکٹر ف۔ عبدالرحیم

ناشر: اسلامی فاؤنڈیشن ٹرسٹ، ۸، پیرمبرائی روڈ، مدراس ۱۲۔ ۶۰۰۰

صفحات: ۲۱۲ قیمت: پینتالیس روپے

قرآن ہر دور اور ہر قوم کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے۔ انسان کی پوری زندگی اور زندگی سے متعلق تمام پہلوؤں کو قرآن نے رہنما اصول عطا کیے ہیں جن کے مطابق عمل کرنا انسان کی سعادت اور جن سے اعراض کرنا اس کی شقاوت کی علامت ہے، انسان کی ساری زندگی اس کے مقصد تخلیق کے اردگرد گھومنی چاہیئے یہی قرآن کے پیغام کا لب لباب ہے اور اس قرآنی پیغام کی روح کو سمجھنا سمجھانا اور اس پر عمل پیرا ہونا انسان کی سعادت کی ضامن ہے۔

خاص زمان ومکان میں نازل ہونے کی وجہ سے اس کا تخاطب عربوں سے ہے، لہذا اس کی زبان بھی عربی ہے۔ لیکن چونکہ قرآن کا پیغام تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے اور وہ انسانی سماج کے ہر فرد کو رہنمائی فراہم کرتا ہے، اس لیے اس کے پیغام کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو اس کی زبان میں پڑھا اور سمجھا جائے اور اس کے لیے قرآن کی زبان "عربی مبین" سیکھنا اولین شرط ہے۔ قرآن کا پیغام، اس کے اسرار و رموز اور اس کے احکام دلوا ہی کو انسان اسی وقت پوری طرح سے سمجھ سکتا ہے جب اس کو عربی زبان پر عبور حاصل ہو اور وہ ہر لفظ کے مادہ، اس کے اصل معنی، مفہوم اور خصوصیت سے عربوں میں اس کے استعمال کی مختلف شکلوں، محسوسات میں اس کے استعمال، قرآن میں متعلقہ لفظ کے مختلف مواقع پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختلف مفاہیم کے تحت استعمال، قرآن کے مخصوص تصورات اور قرآنی پیغام کے جامع تصور سے کے تناظر میں آیات وسور کے انطباق پر نظر رکھتا ہو۔ نہ صرف یہ بلکہ قرآن کی فصاحت وبلاغت اسکی غنائیت وجاذبیت اور ادبی خوبیوں سے پُر نادر ومنفرد اسلوب سے لطف اندوز ہونے کے لیے بھی عربی زبان سے واقفیت ضروری ہے۔ قرآن معرفت وآگہی کی جن گرہوں کی عقدہ کشائی کرتا ہے، علم وفکر کا جو اچھوتا انداز پیش کرتا ہے اور روحانی غذا کے ذریعہ دینی، اخلاقی، سماجی اور ثقافتی تعلیم و تربیت کا جو رویہ اپناتا ہے، اس کا احساس بھی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ اس زبان کی تعلیم نہ حاصل کی جائے۔ اس میں تہذیبِ انسان اور تزکیۂ نفس کے جو اصول اپنائے گئے ہیں اور اس کے انداز بیان میں لذت وحلاوت اور طمانیت وتقدس کی جو کیفیات ہیں ان کو اسی وقت محسوس کیا جاسکتا ہے جب اس کا قاری اس زبان اور اس کے مزاج کو سمجھ لے۔

قرآن نے جہاں اخلاقی، تمدنی اور سماجی حیثیت سے انسان کو رفعتیں عطا کی ہیں وہیں عربی جیسی مالامال زبان کو بھی ایسی اچھوتی اور منفرد جہتوں سے آشنا کیا کہ فصحاءِ عرب۔ جن کو اپنی عربی دانی پر ناز تھا، کا قابلِ فخر شعری سرمایہ بھی اس کے نادر ومنفرد اسلوب کے سامنے ماند ہو کر رہ گیا۔ یہ قرآن ہی فیض تھا کہ عربی زبان نے اپنے موضوعات کے دائرہ کو اتنا وسیع کیا کہ جلد ہی (عباسی دور میں) عالمی ادب کی صف میں آکر اس نے بین الاقوامی زبان کا درجہ حاصل کرلیا۔ اور آج جدید دور میں ایک بار پھر اس کو بین الاقوامی زبان ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے، اور اس کو سیکھنے سکھانے کا عمل پھر زوروں پر ہے۔ اس مجموعی صورت حال کے اسباب پر اگر نظر ڈالیں تو محسوس ہوگا کہ اس زبان میں قرآن کے نزول نے اس کو ایسا دوام بخشا ہے کہ اس کی اپنی دیگر خصوصیات اور اہمیت سے قطع نظر اس کی آفاقیت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کو مسلمانوں کی مذہبی زبان کی حیثیت حاصل ہے اور اسلام کی روح تک رسائی کے لیے اس زبان کا سیکھنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر عرب مسلمانوں نے بھی ابتدا ہی سے اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس کو سیکھا سکھایا اور اس کی خدمت واشاعت میں بھرپور حصہ لیا اور جس طرح اسلام ساری دنیا کے مذہب کی حیثیت سے اشاعت پذیر ہوا اسی طرح یہ زبان بھی عرب وعجم کی زبان کی حیثیت سے رواج پذیر ہوئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن فہمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس کی تفسیر کے لیے علماء نے جن علوم سے واقفیت کو ضروری قرار دیا ہے ان میں سنت نبوی اور اقوال صحابہؓ کے بعد علم لغت، علم نحو، علم صرف اور علم اشتقاق کو اساسی اہمیت حاصل ہے۔ خود ان علوم کا وجود اور ان کے ارتقا کا محرک قرآنی پیغام کی حفاظت اور اس کی اشاعت کا ذمہ دارانہ احساس تھا اور بصرہ و کوفہ دونوں اسکولوں میں نحوی قواعد کی ترتیب میں قرآن کو ایک اولین مصدر کی حیثیت دی گئی ہے۔ جمع لغت کے اولین مصادر میں بھی قرآن اور اشعار عرب کی اہمیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ گویا قرآن فہمی کے لیے جو متعدد علوم وجود میں آئے ان میں علم نحو کو اساسی حیثیت حاصل ہے جو علم تفسیر کے پہلو بہ پہلو ارتقا پذیر ہوا اور علم نحو، جو علوم قرآنیہ کی اساس قرار پایا، کا ہی ایک بنیادی مسئلہ اعراب ہے، کہ اس کے بغیر علم نحو سے واقفیت ممکن نہیں۔ اعراب قرآن جس نے قرآن کے سائے میں پہلے تو سیبویہ جیسے اُن علماء کے یہاں علم نحو کے ساتھ ساتھ نشوونما پائی جنہوں نے قرآن سے بکثرت استشہاد کیا ہے، لیکن بعد میں مقصود بالذات ہو گیا اور جب اس کو ایک مستقل حیثیت حاصل ہو گئی تو اس کے تحت قرآنی الفاظ کی صرفی و نحوی دونوں حیثیتیں زیر بحث آگئیں اور پھر اس موضوع پر عربی زبان میں علماء نے خاصی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ان کتب میں بعض تو قرآن کی ایک ایک سورۃ کو لے کر اس کی جملہ آیات یا مشکل آیات پر اعرابی بحث کرتی ہیں اور بعض اعراب کی مختلف شکلوں پر ابواب و فصول قائم کر کے قرآنی سورتوں کی متعلقہ آیات پر بحث کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر چوتھی صدی ہجری کے امام لغت وادب ابن خالویہ کی کتاب "اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن الکریم" جو پروفیسر سالم کرینکو کی تحقیق و تخریج کے بعد ۱۹۴۱ء میں دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی ہے، یا الزجاج سے منسوب "اعراب القرآن" جو ابراہیم الابیاری کی تحقیق و تخریج کے بعد ۱۹۶۳ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔

زیر نظر تالیف بھی اگرچہ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، لیکن اس حیثیت سے اس کی افادیت اور بڑھ جاتی ہے کہ اس میں سورۃ یوسف کی آیات پر اعرابی بحثوں کے پہلو بہ پہلو تدریسی مقصد کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ مؤلف نے عربی زبان اور اس کے اصول و قواعد سے طلبہ کو متعارف کرانے کے لیے جس طریقہ کو اپنایا ہے وہ درحقیقت اس فکر پر قائم ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصول و قواعد ذہن نشین کراتے وقت جن مثالوں کو طلبہ کے سامنے رکھا جائے وہ اس زبان کی مستحکم اور زندہ متون سے اخذ کی گئی ہوں، طلبہ کی روزمرہ کی زندگی سے متعلق ہوں اور ان کے ذہنوں کو صالح غذا فراہم کرسکیں، نہ کہ وہ گھسی پٹی مثالیں دُہرائی جاتی رہیں جن کا ہیرو زید و عمرو ہے چنانچہ مؤلف کا خیال ہے کہ "فلن یتعلم المرء ما دام زید قائماً"۔

مؤلف نے قرآن کے توسط سے عربی زبان کے قواعد کی تعلیم کا جو منہج اپنایا ہے وہ بلاشبہ جدید سائنٹفک طریقۂ تدریس کا ایک کامیاب تجربہ ہے۔ آیات نقل کرنے کے بعد پہلے تو ان میں وارد تمام مفردات کے معانی بیان کیے گئے ہیں تاکہ طالب علم ان کو ذہن نشین کرنے کے ساتھ ساتھ طریقۂ شرح بھی سمجھ لے۔ مفردات کی تشریح میں قدیم عربی معاجم کے طریقہ ہی کو برقرار رکھا گیا ہے اور مؤلف نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ "تاکہ طالب علم کے لیے معاجم سے رجوع کرنا آسان ہو"۔

قواعد میں مؤلف پہلے تو آیت میں موجود قاعدہ کی تفصیلی شرح کرتے ہوئے اس کی متعدد مثالیں دیتے ہیں اور قرآن ہی سے شواہد پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر مواقع پر مذکورہ قاعدہ کے مطابق مشہور نحوی امام ابن مالک (۶۰۰ - ۶۷۲ھ) کی الألفیہ سے متعلقہ اشعار بھی نقل کرتے ہیں تاکہ طلبہ کے لیے مذکورہ قاعدہ کو ذہن نشین کرنا آسان ہو جائے اور مذکورہ اشعار کے نمبر بھی لکھ دیتے ہیں۔

سورۂ یوسف کی پہلی آیت کی شرح کرتے ہوئے لفظ "الآیۃ" کے ضمن میں لکھتے ہیں:

الآيَـة: العَـلامَـة۔ ومن القرآن: ما يَحْسُنُ السكوت عليه ج آياتٌ و آيٌ۔

واصل الآيَةِ عند سيبويه "أَوَيَةٌ"، وعند الفرّاء "أَيِيَةٌ"، على وزن "فَاعِلَة" حذفت منها الياء الأولى للتخفيف۔

بَانَ الشَّيْءُ يَبِينُ بَيَانًا: اتَّضَحَ، فهو بَيِّنٌ، مِثْلُ لَانَ يَلِينُ فهو لَيِّنٌ، طَابَ يَطِيبُ فهو طَيِّبٌ، وهي على وزن "فَيْعِل" وهو من أوزان الصِّفَةِ المُشَبَّهَةِ۔

أَبَانَ الشَّيْءَ يُبِينُهُ إِبَانَةً: أَوْضَحَهُ، فهو مُبِينٌ۔

اسی آیت کی نحوی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لفظ "تِلْكَ" کی اصل "تِيلِكَ"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ یہ اسم اشارہ "تِی" اور لامِ بُعد و کافِ خطاب کا مجموعہ ہے۔ التقاءِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیا گیا۔ جب اس پر لام نہیں داخل ہوتا تو یاء باقی رہتی ہے۔ اور "تِیکَ" بولتے ہیں۔ حدیث الإفک میں "کیفَ تِیکُمْ؟" ہے۔ (البخاری فی کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ النور ۶)۔ (ص ۱ و ۲)

آیت نمبر (۶۰) کے تحت قرب کے معنی بیان کرنے کے بعد قرآن سے شواہد دیتے ہیں کہ "وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ" (البقرۃ ۳۵)۔ "وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ" (الانعام ۱۵۱)۔ اس کے بعد "فَلَا كَيْلَ لَكُمْ" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "لا" نافیہ للجنس ہے اور فتحہ پر مبنی ہوتا ہے، جیسے:

(۱) لَا طَالِبَ فِی الفَصلِ (۲) هٰذِهِ المَسْئَلَةُ لَا خِلَافَ فِيهَا۔ لیکن جب اس کا اسم مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے، مگر فتحہ پر مبنی نہیں بلکہ معرب ہوتا ہے۔ جیسے:

(۱) لَا كِتَابَ نَحْوٍ عِنْدِی (۲) لَا طَبِيبَ أَسْنَانٍ فِی هٰذَا المُسْتَشْفَى (ص ۱۳۹-۱۴۰)

آیت (۴۳) میں "يَأْكُلُهُنَّ" کی نحوی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہاں فعل دو وجہوں سے مذکر استعمال ہوا ہے۔ اول تو یہ کہ فعل، مفعول کے ذریعہ فاعل سے مفصول ہے، چنانچہ فصل کی وجہ سے "سَأَلَتْنِي زَيْنَبُ" اور "سَأَلَنِي زَيْنَبُ" دونوں جائز ہے، پھر ابن مالک کا یہ شعر نقل کیا ہے:

(۲۳۲) وَقَدْ يُبِيحُ الفَصْلُ تَرْكَ التَّاءِ فِی

نحو: أَتَى القَاضِيَ بِنْتُ الوَاقِفِ" (ص: ۱۱۴)

الفاظ کی تشریح کرتے وقت بھی بسا اوقات مختلف شعراءِ عرب کے اشعار سے استشہاد کرتے ہیں مثلاً: لفظ (الوِعَاءُ) بمعنی ظرف جس میں کوئی چیز محفوظ کی جائے، کی تشریح کرنے کے بعد یہ شعر لکھتے ہیں:

الخَيْرُ يَبْقَى وَإِنْ طَالَ الزَّمَانُ بِهِ
وَالشَّرُّ أَخْبَثُ مَا أَوْعَيْتَ مِنْ زَادِ

(ص: ۱۵۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح "سُبْحَانَ اللہ" بمعنی "التَّنزِیہُ لِلّٰہِ" کی نحوی وضاحت کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "وسُبْحَانَ مِنْ کذا أی أَتَعَجَّبُ أعشی کہتا ہے:

أَقُولُ لَمَّا جَاءَنِی فَخْرُہُ سُبْحَانَ مِنْ عَلْقَمَةَ الفَاخِرِ

(ص: ۱۹۴)

پوری کتاب میں لغوی ونحوی مشقوں کے چھ مجموعے بھی دیئے گئے ہیں۔ اس طرح کتاب کو گویا چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یعنی آیت (۱) تا (۴۱) کی لغوی ونحوی تشریح اور قواعد کے تفصیلی ذکر کے بعد پہلا مجموعۂ تمارین ہے۔ جن میں مذکورہ قواعدِ لغت کی روشنی میں سوالات قائم کر کے مشق کرائی گئی ہے۔ مثلاً: "تِلْكَ" کی اصل کیا ہے؟ اس سے کونسا حرف حذف کیا گیا اور کیوں؟ لامِ بُعد کے حذف کے بعد اس کی کیا شکل ہوگی؟ (ص۔ ۳۷)

یا دی گئی مثالوں کی روشنی میں قوسین میں دیئے گئے افعال کی مدد سے دوسرے جملوں کی تکمیل، اس طرح کہ ان میں کسی مخصوص قاعدہ کو ملحوظ رکھا جائے۔ مثلاً: "مثال پر غور کیجئے، پھر اسی طرز پر قوسین میں دیئے گئے افعال کی مدد سے "فاءِ سببیہ" کو استعمال کرتے ہوئے مندرجہ ذیل جملوں کو مکمل کیجئے:

مثال: لَا تَأْكُلْ طَعَامًا فَاسِدًا فَتَمْرَضَ

(۱) لَا تَتَكَاسَلْ (تَرْسُبُ)

(۲) لَا تَتَأَخَّرْ (يَفُوتُكَ الدَّرْسُ)

(۳) لَا تَفْتَحِ النَّوَافِذَ (يَدْخُلُ الذُّبَابُ) وغیرہ

(ص۔۳۹) تمرین اول

ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

مندرجہ ذیل آیات میں "حتی" کی حیثیت کیا ہے؟:

(أ) "... لَيَسْجُنُنَّهُ حَتّٰی حِينٍ".

(ب) "... فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتّٰی يَأْذَنَ لِي أَبِي ...".

(ج) "حَتّٰی إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا".

مندرجہ ذیل اسماء کی جمع تحریر کیجئے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عَرْشٌ۔ دُنیا۔ غاشِیَة۔ عبرة۔ وَلِیّ۔

ایسے تین اسماء تحریر کیجیے جن کی جمع "فُعَلٌ" کے وزن پر آتی ہو۔

(ص۔ ۲۰۴)

آخر میں ان تمام نحوی مسائل کی، آیت نمبر کی نشاندہی کے ساتھ ایک فہرست مرتب کی گئی ہے جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے۔

مزید برآں جہاں کہیں کسی قاعدہ کی مزید وضاحت وتشریح کی ضرورت محسوس ہوئی، مؤلف نے اس کو حاشیہ میں واضح کر دیا ہے۔ مثلاً آیت (۳۶) کی شرح مفردات کے ضمن میں "الرَّأس" کے تحت لکھا ہے کہ: "الرأس: عُضْوٌ معروفٌ، وَهُوَ مُذَكَّرٌ، ج رُؤُوسٌ و أَرْؤُسٌ۔ لفظ مذکر پر حاشیہ کا نمبر دے کر وضاحت کی ہے کہ "بعض عرب ممالک میں اس کو مؤنث استعمال کرتے ہیں..."۔ (ص: ۸۹)

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے اہم اور عربی زبان کے اساتذہ وطلبہ دونوں کے لیے ایک نادر تحفہ ہے، جو مؤلف کی موضوع پر مکمل علمی گرفت اور کامیاب تدریسی تجربات کے حسین امتزاج سے ایک قابلِ قدر کارنامہ کی شکل میں منظرعام پر آئی ہے۔ اعراب القرآن کے موضوع پر ایک جوہری کوشش کے علاوہ اس کی قدر وقیمت اس لیے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس میں اعراب القرآن کے ذریعہ طلبہ میں قرآن فہمی کا ذوق پیدا کرنے کے پہلو بہ پہلو زبان کا ذوق پیدا کرنے کی جانب توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ اس کا اسلوب دلچسپ، اور زبان تعقید وغموض سے پاک ہے۔ صرف ونحو کے تقلیدی طریقۂ تدریس سے صرف نظر کیا گیا ہے جو بسا اوقات طلبہ میں عربی زبان کے تئیں بد دلی پیدا کرتا ہے۔ روز مرہ کی مصروفیتوں اور دلچسپیوں سے متعلق مثالوں اور تمرینات کو قائم کرکے کتاب کو زیادہ سے زیادہ مفید اور پُرکشش بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف کی اس مخلصانہ علمی خدمت کو شرف قبولیت عطا کرے، ان کو اس قسم کی پُرمغز علمی کاوشوں کے سلسلہ کو مزید دراز کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام کرے۔ آمین

(محمد صلاح الدین عمری)

© rasailojaraid.com